حدود وتعزیرات قرآن وسنت کے عمرانی اصولوں کے تناظر میں

Hudood and Penal actions.... In the light of social principles under Qura'n and Sunnah.

حافظ فیض رسول [1]

Abstract:

Sahria has specified punishment for social crime which is termed as " Hudud" in fiqah, whereas the punishments which are specified on the discretion of judges " Qazis" are termed as "Tazeerat". According to the Pakistan penal code of crime is the violation of ethical principles against religious principles which are unforgivable acts. In modren times, crimes have extended so far that it has become a pandemic. All societies of this world whether developed or developing cultures are under the threat of such crime and its roots are found deep inside communities of every cast and class. Islamic Repblic of Pakistan is not an exemption it has been plagued with these crimes ever since before its birth and found to be one of the countries where the graph of crimes reat is quite high. The formation of peace and prosperity and to prevent our society from crimes, it is essential to practically enforce the Hudud o Tazeerat ordinance according to social principles of Quran and Sunnah. This is an inevitable necessity of Pakistan society.

دنیا کے ہر معاشرے میں خواہ ترقی یافتہ ہو یا پسماندہ، قدیم ہو یا جدید، معاشرتی جرائم کا وجود رہا ہے۔ اور عصر حاضر کے تمام معاشروں میں جرائم کی بڑھتی ہوئی تعداد حکومت، عوام اور ماہرین کے لئے تشویش کا باعث بنی ہوئی ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی (Technology) کی ترقی اور جدید ہتھیار و آلات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مجرموں نے ارتکاب جرم کے ایسے منظم اور سائنیٹفک (Scientific) طریقے اپنا لئے ہیں جن کی وجہ سے عصر حاضر میں انتہائی بھیانک، دہشتناک اور انسانیت سوز جرائم ہونے لگے ہیں۔ حکومت کی طرف سے پولیس، جاسوسی (Intelligence) ادارے اور عدالتوں کے قیام کے باوجود آئے دن اخبارات میں قتل، چوری، ڈکیتی، آبرو ریزی، کرپشن (Corruption)، اسمگلنگ (Smuggling)، بلیک مارکیٹنگ (Black Marketing) اور سائبر کرائم (Cyber Crime) سے متعلق خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں، اسلام نے امن عامہ کے قیام، جرائم کے سدّ باب اور انسان کی جان، مال، عزت وآبرو اور خاندان کی عافیت اور سلامتی کے لئے حدود وتعزیرات کا فلسفہ پیش کیا ہے، جس کے نفاذ سے جرائم اور جرائم پیشہ عناصر کا خاتمہ ممکن ہے۔

حد کا لغوی واصطلاحی مفہوم:

لغوی اعتبار سے حدود، حد کی جمع ہے، اور حد عربی زبان میں مختلف معنی میں استعمال ہوتا ہے، مثلاً

[1] ریسرچ اسکالر، شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

سرحد، روکاوٹ یا مانع، کسی شے کی انتہاء، طرف، کنارا، دھار، کسی چیز کو دور کرنا، ایک چیز کو دوسری چیز سے ممیز کرنا، تیز یا آر پار ہو جانے والی شئے، ایک دوسرے کو روکنے اور باز رکھنے کی کوشش کرنا وغیرہ۔(۱)

حدود (Limitations) کے معنی ''ممنوع یا حائل'' کے بھی ہیں، اسی لئے دربان کو'' حداد'' کہتے ہیں۔ جو چیز دو چیزوں کے درمیان حجاب ہو اس کو بھی حد کہتے ہیں، مجرم کی سزا کو بھی اس لئے حد کہا جاتا ہے کہ وہ اس کو دوبارہ ارتکاب سے روکتی ہے۔اسی طرح تعزیر کے لفظ میں بھی ''منع، باز رکھنا اور واپس کرنا'' کا معنی پایا جاتا ہے۔اصطلاح شریعت میں حد کی تعریف درج ذیل ہے:

''حد اس سزا کا نام ہے جو اللہ کی طرف سے مقرر ہو۔اور اس کی مقدار شارع کی معین کی ہوئی ہو۔اس کا نفاذ امیر اسلام کے حکم کے بغیر جائز نہیں۔اور اس میں تخفیف وترحم کا حق امیر کو بھی حاصل نہیں ہے۔''(۲)

شمس الائمۃ امام سرخسی (متوفی ۴۸۳ھ) نے حد کی درج ذیل تعریف بیان کی ہے:

''الحد اسم لعقوبۃ مقدرۃ تجب حقا للہ تعالٰی''(۳)

''شریعت میں حد اس مقررہ سزا کا نام ہے جو اللہ کے حق کے طور پر واجب ہوتی ہے''۔

''حدود اللہ'' اللہ تعالٰی کے قوانین کی وہ آخری حدیں یا سرے ہیں جن سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے۔شرعی سزاؤں کو حدود وتعزیرات اس لئے بھی کہتے ہیں کہ یہ سزائیں بندوں کو گناہوں میں مبتلا ہونے سے روکتی ہیں اور ان سزاؤں کا خوف انسان اور جرم کے مابین حائل رہتا ہے۔

حدود اور تعزیرات میں فرق:

قرآن حکیم اور سنتِ رسول ﷺ میں جن جرائم کی سزائیں متعین کردی گئی ہیں اور جن میں کمی اور زیادتی نہیں کی جا سکتی وہ حدود کہلاتی ہیں۔ یہ سات جرائم کی سزا ہے(۱: زنا، ۲: قذف، ۳: چوری، ۴: شراب نوشی، ۵: ڈاکہ، ۶: قتل اور ۷: ارتداد (اسلام سے پھر جانا)۔ان جرائم کی سزا شارع نے مقرر کردی ہے اور ان کے علاوہ باقی جرائم کی سزائیں قاضی کی صوابدید پر چھوڑ دی ہیں۔قاضی اپنی صوابدید سے جو سزا تجویز کرتا ہے اس کو تعزیر کہتے ہیں۔(۴)

☆ حدود معین ہیں جبکہ تعزیرات معین نہیں ہیں۔

☆ حد کا قائم کرنا واجب ہے جبکہ تعزیر کا قائم کرنا واجب نہیں ہے۔

☆ حد امر تعبدی ہے لہذا ربع دینار کی چوری ہو یا ایک لاکھ دینار کی چوری ہو دونوں کی ایک سزا ہے (یعنی ہاتھ کاٹنا) اس کے برخلاف تعزیر میں جرم کے اعتبار سے سزا دی جاتی ہے۔

☆ حد صرف گناہوں کی سزا ہے، اس کے برخلاف تعزیر مکلفین کو، جانوروں کو اور پاگلوں کو بھی لگائی جاتی ہے۔

☆ تعزیر توبہ سے ساقط ہو جاتی ہے اور حد توبہ سے ساقط نہیں ہوتی۔

☆ تعزیر میں جرم کو معاف کرنا اور شفاعت کرنا جائز ہے، حد میں عفو اور شفاعت جائز نہیں۔

☆ حد خواہ غیر موثر ہو اس کو قائم کیا جاتا ہے اس کے برخلاف تعزیر اگر کم ہونے کی وجہ سے غیر موثر ہو تو ساقط ہو جاتی ہے اور اگر زیادہ ہو تو عدم موجب کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہے۔(۵)

حد کے قیام کی اہمیت اور اقسام:

درحقیقت حدود شرعیہ ان سزاؤں کو کہا جاتا ہے جو چند جرائم کے لئے قرآن حکیم یا سنت نبوی ﷺ سے ثابت ہیں۔ ہم اس کو اسلام کا فوجداری قانون (Criminal law of islam) کہہ سکتے ہیں۔ اسلام عام طور پر جرائم کی سزاؤں کے معاملے میں لچک دار رویہ رکھتا ہے اور چند گنے چنے جرائم کی سزا کے علاوہ دوسرے جرائم کی سزا ہمیشہ کے لئے مقرر نہیں کی گئی۔ جس کا سبب یہ ہے کہ وحی الہی کسی بات پر اسی وقت اصرار کرتی ہے جب عقل انسانی کے کسی معاملے میں ٹھوکر کھانے کا احتمال ہوتا ہے، لہذا اس معاملے کا تصفیہ عقل انسانی کے حوالے کرنے کے بجائے وحی الہی کی طرف سے اس کا دوٹوک فیصلہ کر دیا جاتا ہے کہ کسی کی سمجھ میں آئے نہ آئے، یہ فیصلہ ہر حالت میں واجب التعمیل ہے۔ ایسے معاملات میں بکثرت ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس فیصلہ کی تعمیل کچھ غیر مرئی یا معنوی فوائد کی بھی حامل ہوتی ہے جن میں سبب اور مسبب (Cause and effect) کا رشتہ قابل دریافت نہیں ہوتا۔ حدود کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے اور اسی لئے آپ ﷺ کا یہ ارشاد متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے روایت کیا ہے:

''اقامة حد من حدود اللہ، خیر من مطر اربعین لیلة فی بلاد اللہ'' (۶)

''اللہ کی زمین پر کسی ایک حد کا عملی نفاذ چالیس روز کی بارش سے زیادہ بہتر ہے۔''

اس لحاظ سے ایک اسلامی ملک میں حدود کے نفاذ کی اہمیت بالکل واضح ہے۔ اور کسی کو بھی ان میں تبدیلی، ترمیم یا تنسیخ کا حق نہیں ہے۔ البتہ جن جرائم پر تعزیری سزائیں دی جاتی ہیں وہ ہر انسانی معاشرے میں مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں۔ ان کے بارے میں بھی شریعت نے بنیادی ہدایات اور اصول بتا دیئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ اس سزا کا اولین مقصد امت مسلمہ اور عامة الناس کے جان و مال کا تحفظ ہو، محض کسی ایک گروہ یا کسی ایک فرد کے مفاد کا تحفظ نہ ہو۔

۲۔ اس سزا سے وہ مصالح جن کو شریعت نے تسلیم کیا ہے، اور جو شریعت میں قابل قبول ہیں، ان میں سے کسی مقصد کا تحفظ پورا ہوتا ہو۔

۳۔ اس سزا کے نتیجے میں اس برائی کے کم ہونے کا امکان ہو، پہلے کے مقابلے میں زیادہ پھیلنے کا امکان نہ ہو۔

۴۔ سزا اور جرم کے مابین تناسب ہو (یعنی معمولی جرم پر بڑی سزا اور بڑے جرم پر معمولی سزا نہ دی جائے)۔

۵۔ سزا جو بھی مقرر کی جائے اس میں سب برابر ہوں (یعنی کسی چھوٹے بڑے کی تفریق نہ ہو)۔ (۷)

شریعت ہر قسم کے جرائم کا خاتمہ اور معاشرے میں اعلیٰ اخلاقی اقدار کا فروغ چاہتی ہے تاکہ معاشرے میں امن و امان اور عدل و انصاف قائم ہو، افراد طلب معاش کے لئے بےخوف وخطر محنت کریں، اور انسان کی جان، عزت، مال، نسل اور خاندان کا تحفظ ممکن ہو سکے۔ دنیا کے ہر معاشرے میں حدود و تعزیرات کی صورت مختلف رہی ہے جس کے مطابق مجرموں کو قائم کردہ معاشرتی اصولوں کی خلاف ورزی پر سزائیں بھی دی جاتی رہی ہیں۔

الہامی مذاہب میں تصور حدود و تعزیر:

جن جرائم کی سزاؤں کو اسلام حدود سے تعبیر کرتا ہے ان کا ذکر اکثر صورتوں میں بعینہ اور بعض صورتوں میں قدرے فرق کے ساتھ سابقہ شریعتوں اور مذاہب کی کتب میں بھی ملتا ہے۔ یہ بات اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ اسلام کی مقرر کردہ سزائیں کوئی نئی چیز نہیں بلکہ ہزاروں سال سے ان پر عمل ہوتا چلا آرہا ہے۔ اس ضمن میں ہم چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

☆ زبور سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں زانیہ عورت کی سزا زندہ جلانا تھی۔ مثال کے طور پر ''یہودا سے کہا گیا کہ تیری بہو نے زنا کیا ہے اور چھ ماہ کا اسے حمل بھی ہے۔ وہ بولا اسے باہر لاؤ کہ وہ جلائی جائے''۔ (پیدائش ۳۸: ۲۴)

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے حوالے سے اگر کوئی شادی شدہ سے زنا کرتا ہوا پایا جائے تو ان دونوں کو مار ڈالتے تھے یعنی مرد اور عورت کو ایک ہی سزا دی جاتی۔ (استثناء ۲۲: ۲۲)

☆ جو لڑکی کنواری اور کسی کی منگیتر ہوتی اور کوئی شخص اس سے زنا کا ارتکاب کرتا تو اس کو شہر کے دروازے پر لاتے تھے اور دونوں کو سنگسار کر دیتے تھے۔ (استثناء ۲۳: ۲۴)

☆ لیکن اگر کوئی مرد ایک لڑکی کے ساتھ جو کسی کی منگیتر ہوتی زنا بالجبر کرتا تو عورت کو سزا نہ دی جاتی بلکہ مرد کو مار دیا جاتا تھا۔ (استثناء ۲۳: ۲۷)

یہود کے ہاں رجم کا تصور عہد نبوی ﷺ میں بھی موجود تھا، اگرچہ وہ اپنی عادت کے مطابق اس مسئلے کو بھی بعض مواقع پر چھپا لیتے تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ:

''رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک یہودی مرد اور عورت کو لایا گیا جنہوں نے زنا کیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے دریافت فرمایا، تم توارۃ میں زنا سے متعلق کیا حکم پاتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم ان کے منہ کالے کرتے ہیں اور ان کو سوار کرتے ہیں ان کے منہ ایک دوسرے کی مخالف سمت ہوتے ہیں اور ان کو (بستی میں) گھماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم سچے ہو تو توراۃ لاؤ، وہ توراۃ لائے اسے پڑھا گیا جب آیت رجم پر پہنچے تو پڑھنے والے شخص نے آیت رجم پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور اس سے پہلے اور بعد کی عبارت پڑھ لی۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اس سے کہیں اپنا ہاتھ اٹھائے، اس نے ہاتھ اٹھایا تو اس کے نیچے رجم والی آیت تھی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں سنگسار کرنے کا حکم دیا، تو ان کو سنگسار کیا گیا۔ (۸)

غیر الہامی مذاہب میں تصور حدود و تعزیر:

ہندو مت میں زانی اور زانیہ کی سزا:

''تیرتھ کے موقع پر جنگل میں یا دریاؤں کے سنگم پر کسی کی بیوی سے گفتگو کرنا، اسے پھول یا عطریات بھیجنا، اس کے کسی زیور یا کپڑے کو چھونا یا اس کے بستر پر بیٹھنا جرم تھا اور ان کی سزا جلاوطنی تھی۔ زنا کی سزا یہ تھی کہ زانیہ کو کتوں سے پھڑوا دیا جاتا تھا اور زانی کو لوہے کے پلنگ پر آگ سے تپا کر جلا دیا جاتا تھا''۔

چوری کی سزا:

''معمولی چوری کی سزا جرمانہ تھی۔ بڑی رقم کی چوری کی سزا میں ہاتھ کاٹ دیا جاتا تھا۔ لیکن اگر کسی چور کے پاس گرفتار ہوتے وقت چوری کا مال نکل آتا اور اس کی چوری کرنے میں کوئی شک نہیں رہتا تو اس کی سزا موت تھی''۔

ڈاکہ زنی کی سزا:

''ڈاکہ زنی کے الزام میں ہاتھ کاٹ دیئے جاتے تھے۔ اگر ڈاکہ کے ساتھ خون بھی شامل ہوتا تو اس کی سزا موت تھی۔ جو لوگ ڈاکوؤں

کو پناہ دیتے یا انہیں خوراک پہنچاتے تو ان کی سزا بھی موت تھی''۔(۹)

بدھ مت میں زنا اور بغاوت کی سزا:

''بدھ مت میں زنا کی سزا یہ تھی کہ زانی زنا کرتا ہوا جہاں پکڑا جائے وہیں اس کو قتل کر دیا جائے یا کم از کم اس کو وہیں زخمی کر دیا جائے۔ جو لوگ بغاوت پھیلانے کے سزاوار ہوتے تھے صرف اتنی سزا پاتے کہ ان کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا جاتا تھا''۔(۱۰)

اسی طرح وہ سزائیں جن کو اسلام حدود و تعزیرات سے تعبیر کرتا ہے ان کا ذکر قدیم اقوام میں بھی ملتا ہے۔ مثال کے طور پر قدیم بابلی تہذیب میں بھی زنا کی سزا مقرر تھی کہ:

''اگر کسی کی بیوی کسی غیر شخص کو اپنے دامن فریب میں اس طرح گرفتار کر لے کہ وہ اجنبی شخص اس سے جماع کر بیٹھے تو اس عورت کے شوہر کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی بیوی کو قتل کر ڈالے، جبکہ اس زانی شخص کو جسے عورت نے پھسلایا ہو چھوڑ دیا جائے گا''۔(۱۱)

قانون حمورابی میں ہے:

''شادی شدہ زانیہ عورت کو باندھ کر دریا میں ڈالا جاتا، ہاں اس کا شوہر اسے معاف کر دیتا یا بادشاہ اسے چھوڑ دیتا تو خلاصی ممکن تھی''۔(۱۲)

قدیم مصری تمدن میں بھی اس قسم کی تفصیلات ملتی ہیں جس میں بدکاری کی سزا ان کے ہاں موت تھی چنانچہ زنا قابل سزا جرم تھا اور اس کی سزا بہت سخت تھی بعض مجرموں کو کوڑے بھی مارے جاتے تھے، ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان کاٹنے کا قانون بھی رائج تھا، جلاوطنی کی سزا بھی تھی۔ زندہ جلا دینا، سولی چڑھانا، گلا گھوٹنا اور گردن مارنے کا رواج بھی تھا۔ سب سے سخت سزا زندہ ممی بنا دینے کی تھی، جان و مال کی حفاظت اور قانون پر عمل درآمد کرنا فرعون کے اہم ترین فرائض میں سے تھا۔(۱۳)

قدیم ایرانی تمدن میں بھی جس کا آغاز نویں صدی قبل از مسیح سے ہوتا ہے ان جرائم کی سخت سزائیں مقرر تھیں، چنانچہ قتل، زنا اور بغاوت جیسے جرائم کی سزا موت تھی، دیگر سزاؤں میں کوڑے مارنا، زہر دینا، اندھا کرنا، قید کرنا، داہنا ہاتھ یا پاؤں کاٹنا اور اسی قسم کی دوسری سزائیں شامل تھیں، کوڑوں کی سزا میں ہر کوڑے کے بدلے چھ روپے ادا کرنے پر کمی ہو سکتی تھی۔(۱۴)

اسلام سے قبل عربوں میں حدود و تعزیرات کا تصور:

عربوں کی قدیم معاشرت میں زنا کو ایک خاص قسم کی شادی سمجھا جاتا تھا۔ جوں جوں زمانے نے ترقی کی تو عرب بھی اچھائی اور برائی کو محسوس کرنے لگے۔ چنانچہ انہوں نے کنواری لڑکی سے زنا کرنے والے کی سزا یہ مقرر کی کہ زانیہ عورت سے اس کی شادی کرا دی جاتی اور مرد سے طلاق کا حق چھین لیا جاتا، اور پھر زنا کو اس قدر برا سمجھا جانے لگا کہ زانی کی جان لے لی جاتی تھی اور عام طور پر تاوان ڈالا جاتا تھا۔

زمانہ جاہلیت میں زنا کی سزا کوڑے مارنا مقرر ہو گئی تھی اور یہودی اپنی شریعت کو ٹھکرا کر زانی کو سنگسار کرنے کے بجائے منہ کالا کر کے گدھے پر سوار کر کے تشہیر کرتے تھے اور انہوں نے یہ آسان سزا اپنے لئے مقرر کی تھی۔

جو شخص کسی کی کوئی چیز چراتا، جیب کترتا، کوئی چیز اٹھا کر لے جاتا اور پکڑا جاتا اور مدعا اس کے ہاتھ میں ہوتا تھا تو اس چور کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا جاتا تھا۔(۱۵)

مندرجہ بالا مثالوں سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ جرائم پر حدود وتعزیرات کوئی نئی نہیں ہیں بلکہ دنیا کے تمام مذاہب (الہامی یا غیر الہامی)، قدیم اقوام وملل اور معاشروں میں معاشرت جرائم کے ارتکاب کرنے والے مجرمین کے لئے مختلف اقسام کی سزاؤں سے متعلق قوانین اور ان کے نفاذ کا تذکرہ ملتا ہے۔

اسلام میں تصور حدود:

زنا:

لغوی اور شرعی معنی: لغت میں زنا ہر اس ہمبستری کے لئے عام ہے جو قیدِ نکاح سے باہر ہو(۱۶)۔یعنی پیشاب گاہ کو اس مقامِ مخصوص (فرج) میں داخل کرنا جو طبعاً مرغوب اور قطعاً حرام ہو(۱۷)۔زنا کا مطلب یہ ہے کہ مرد کا عورت کی شرمگاہ میں بغیر نکاح اور بغیر شبہ نکاح کے عورت کی رضا کے ساتھ جماع کرنا(۱۸)

زنا ایسا قبیح فعل ہے جو افراد کی روحانی پاکیزگی، اخلاقی طہارت، صالح تمدن اور معاشرہ کی اجتماعی مصالحت کے منافی ہے۔روحانیت اور عبودیت کے چہرے پر بھی ایک داغ اور جسمانی، معاشرتی، معاشی مضرتوں اور خطروں کے اعتبار ولحاظ سے بھی قابل نفرت ہے(۱۹ زنا کی قباحت کے سلسلے میں سلف سے خلف تک عقلاء کو اتفاق ہے۔زنا کے دُوررس بُرے نتائج اور اس کی قباحتوں کے متعلق پیر کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں۔

''زنا سے انساب میں اختلاط ہوتا ہے۔مال کسی کا ہوتا ہے اور وارث کوئی بنتا ہے۔موذی بیماریاں بڑی کثرت سے پھیلتی ہیں۔عورت کی عظمت کا چاند گہنا جاتا ہے۔عورت ماں کے تقدس اور بیٹی کی عظمت سے محروم ہو کر ایک بازاری جنس بن جاتی ہے۔پھر اس فعل شنیع کے ارتکاب سے اس کی سیرت اور اس کی صحت بری طرح متاثر ہوتی ہے۔حرامی اولاد شفقتِ پدری سے محروم ہوتی ہے۔اور سارے معاشرے میں کبھی بھی عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھی جاتی۔زنا کی وجہ سے فتنہ اور فساد کی چنگاریاں اٹھتی ہیں اور خاندانوں کے خاندان اس میں بھسم ہو کر رہ جاتے ہیں'' (۲۰)

کیمبرج یونیورسٹی کے ماہر جنسیات پروفیسر ڈاکٹر انون(JD Unwin) اپنی کتاب "Sex and Culture" میں لکھتے ہیں کہ:
''جو قوم اپنے مرد اور عورتوں کو آزاد چھوڑ دے کہ وہ جنسی خواہشات کی تسکین جس طرح جی چاہے کر لیں، ان میں فکر وعمل کی قوتیں مفقود ہو جاتی ہیں۔چنانچہ رومیوں نے ایسا ہی کیا۔وہ حیوانوں کی طرح بلا قیود جنسی جذبات کی تسکین کر لیا کرتے تھے۔نتیجہ یہ کہ ان کے پاس کسی اور کام کے لئے توانائی باقی نہ رہی''۔(۲۱)

مزید برآں وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ:

''مردوں کی عصمت اسی صورت میں معاشرتی توانائی پیدا کر سکتی ہے جب عورتیں باعصمت ہوں اور ان کی عصمت، شادی

سے قبل اور بعد دونوں زمانوں میں محفوظ رہے"۔(۲۲)
جنسی تعلقات پر پابندیاں عائد کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس قوم میں قوتِ فکر و عمل اور محاسبہ خویش کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔

قرآن وسنت میں حدِ زنا:

زنا کی روک تھام کے سلسلے میں قرآن حکیم میں بتدریج احکامات نازل ہوئے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَلاَتقرَبُوا الزِنی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً وَّسَاۤئَ سَبِیلاً"(۲۳)

ترجمہ:اور بدکاری کے قریب بھی نہ جاؤ بے شک یہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے۔

سورہ نساء میں زانیہ پر بدکاری کے ثبوت میں چار مردوں کی گواہی کے بعد گھروں میں قید اور اذیت دینے کا حکم نازل ہوا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَالّٰتِیۡ یَاۡتِیۡنَ الۡفَاحِشَۃَ مِنۡ نِّسَآئِکُمۡ فَاسۡتَشۡہِدُوۡا عَلَیۡہِنَّ اَرۡبَعَۃً مِّنۡکُمۡ فَاِنۡ شَہِدُوۡا فَاَمۡسِکُوۡہُنَّ فِی الۡبُیُوۡتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰہُنَّ الۡمَوۡتُ اَوۡ یَجۡعَلَ اللّٰہُ لَہُنَّ سَبِیۡلاً ۔وَالَّذٰنِ یَاۡتِیٰنِہَا مِنۡکُمۡ فَاٰذُوۡہُمَا فَاِنۡ تَابَا وَاَصۡلَحَا فَاَعۡرِضُوۡا عَنۡہُمَا اِنَّ اللّٰہَ کَانَ تَوَّاباً رَّحِیۡمًا"(۲۴)

ترجمہ:اور تمہاری عورتوں میں سے جو کوئی بدکاری کا ارتکاب کرے تو ان پر اپنے چار مردوں کی گواہی طلب کرو، پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں بند کردو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ پورا کردے ان (کی زندگی) کو موت یا بنادے ان (کی رہائی) کے لئے کوئی راستہ،اور تم میں سے جو مرد و عورت بدکاری کا ارتکاب کریں تو انھیں خوب اذیت دو پھر اگر وہ دونوں توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو انھیں چھوڑ دو۔بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا،بہت رحم کرنے والا ہے۔

سورہ نور میں اللہ تعالیٰ نے کوڑوں کی سزا کا حکم نازل کیا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیۡ فَاجۡلِدُوۡا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنۡہُمَا مِائَۃَ جَلۡدَۃٍ وَّلَا تَاۡخُذۡکُمۡ بِہِمَا رَاۡفَۃٌ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَلۡیَشۡہَدۡ عَذَابَہُمَا طَآئِفَۃٌ مِّنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ

ترجمہ:جو عورت بدکار ہو اور جو مرد بدکار ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو دُرّے لگاؤ،اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو دین کے معاملے میں تمھیں ان دونوں پر رحم نہ آئے،اور اہل ایمان کا ایک گروہ ان دونوں کی سزا کا مشاہدہ کرے۔

حدیث پاک میں بھی زنا اور اس کی سزا کے متعلق واضح احکامات موجود ہیں۔حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"خذوا عنی خذوا عنی قدجعل اللہ لھن سبیلا البکربالبکرجلد مائۃ ونفی سنۃ،التثویب بالتثویب جلد مائۃ والرجم"(۲۶)

"مجھ سے سیکھ لو مجھ سے سیکھ لو! اللہ تعالیٰ نے عورتوں (کی بدکاری) کا حکم بیان فرمادیا ہے، جب کنواری عورت اور کنوارا مرد زنا کریں تو

ان کو سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لئے شہر بدر کر دو اور جب شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت زنا کریں تو ان کو سو کوڑے مارو اور سنگسار کر دو''۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے زانی کی بابت ارشاد فرمایا:

''وللعاھر الحجر''(۲۷)''اور زانی کے لئے پتھر ہے''۔

یعنی زانی دنیاوی طور پر بظاہر دو طرح کی سزاؤں کا مستوجب قرار پاتا ہے۔ایک حدِ زنا کی سزا ہے اور دوسری جائز نسلی اولاد نہ ہونے کی سزا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک ہی میں زنا کے ثابت ہونے یا اقرار کر لینے پر رجم یا کوڑوں کی سزا کے متعلق کتبِ حدیث میں مختلف روایات موجود ہیں۔جیسا کہ حضرت ماعز بن مالک ؓ (۲۸) اور قبیلہ جہینہ کی ایک عورت (۲۹) کے رجم سے متعلق۔ رجم کی صحیح مرفوع متصل احادیث ۵۳ صحابہ کرام سے مروی ہیں جن کو مسلم اور مستند محدثین نے اپنی تصانیف میں متعدد اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے۔اس کے علاوہ ثقہ تابعین کی ۱۴ مرسل روایات ہیں، ۱۴ آثار صحابہ اور پانچ فتاویٰ تابعین ہیں جن کو کبار محدثین نے اسانید کثیرہ کے ساتھ اپنی مصنفات میں درج کیا ہے یہ کل (۸۶) احادیث ہیں۔(۳۰)

حد زنا کی شرائط:

حد زنا جاری کرنے کیلئے جن شرائط پر فقہاء کا اتفاق ہے وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ زنا کرنے والا عاقل ہو۔

۲۔ جمہور فقہاء کے نزدیک زانی کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے۔

۳۔ زانی مختار ہو اس پر جبر نہ کیا گیا ہو۔

۴۔ زنا عورت سے کیا ہو، جانور وغیرہ سے نہیں۔

۵۔ ایسی لڑکی کے ساتھ زنا کیا ہو جس کے ساتھ عادۃً وطی ہو سکتی ہو (بہت چھوٹی نہ ہو)۔

۶۔ زنا کرنے میں کوئی شبہ نہ ہو۔

۷۔ اس کو زنا کی حرمت کا علم ہو۔

۸۔ عورت غیر حربی ہو۔

۹۔ عورت زندہ ہو۔

۱۰۔ وطی قبل میں کی ہو، نہ کہ دبر میں۔

۱۱۔ زنا دارالاسلام میں کیا ہو۔(۳۱)

زنا کے گواہوں کی شرائط:

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ زنا کے گواہوں کی سات شرائط ہیں:

۱۔زنا کے ثبوت کیلئے گواہوں کی تعداد چار ہو۔

۲۔زنا کے تمام گواہ مرد ہوں اور اس میں عورتوں کی گواہی قبول نہیں کی جائیگی۔

۳۔ زنا کے تمام گواہ آزاد ہوں، لہٰذا اس میں غلام کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔

۴۔ تمام گواہ عادل ہوں۔

۵۔ گواہ مسلمان ہوں لہٰذا زنا میں اہل ذمہ کی گواہی مقبول و معتبر نہیں۔

۶۔ گواہ زنا کی کیفیت بیان کریں کہ آیا بالفعل اس عمل کو دیکھا ہے۔

۷۔ زنا کے تمام گواہ ایک مجلس میں آئیں۔(۳۲)

حد قذف:

تیر یا پتھر پھینکنا، گالی دینا، عیب جوئی کرنا، (القذّاف) منجنیق سے کوئی چیز دور پھینکنا اسی طرح (قذف المحصنة) پاکباز عورت پر بدچلنی کی تہمت لگانا۔(۳۳) یعنی کسی محصن (پاکدامن مسلمان مرد) یا محصنة (پاکدامن مسلمان خاتون) پر بدکاری اور بدچلنی کی تہمت لگانا۔

قرآن و سنت میں حد قذف:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ"(۳۴)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں، اور اس پر چار مرد گواہ نہ لائیں تو ان کو اسّی کوڑے مارو اور ان کی گواہی کو کبھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں۔

اس آیت میں لفظ "یرمون" کا معنی تہمت لگانا ہے لیکن یہاں اس سے مراد خاص "زنا کی تہمت" ہے۔(۳۵)

اسی طرح تہمت لگانے والوں کے لئے دنیا و آخرت میں لعنت اور عذاب کی بھی وعید سنائی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ"(۳۶)

"بے شک جو پاکدامن، بے خبر، مسلمان عورتوں پر (زنا کی) تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لئے عذاب عظیم ہے"۔

مندرجہ بالا آیات کی روشنی میں تہمت لگانے والوں کے لئے درج ذیل سزائیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ انہیں اسّی کوڑے لگائے جائیں گے۔

۲۔ آئندہ مالی حقوق میں ان کی گواہی قبول نہ ہوگی۔

۳۔ انہیں فاسق قرار دیا جائے گا۔(۳۷)

۴۔ ایسے افراد پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہوگی۔

۵۔ایسے افراد کے لئے دردناک عذاب ہے۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اجتنبوا السبع الموبقات قالوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وماھن؟ قال الشرک باللہ والسحر وقتل النفس التی حرم اللہ الا بالحق واکل الربوا واکل مال الیتیم والتولی یوم الزحف وقذف المحصنات المؤمنات الغافلات'' (۳۸)

ترجمہ: سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، جس شخص کے قتل کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دن پیٹھ موڑنا اور پاکدامن مسلمان بےخبر عورت کو زنا کی تہمت لگانا۔ حضرت سھل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

''ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان رجلا اتاہ فاقر عندہ انہ زنی بامراۃ سماھا فبحث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی المراۃ فسالھا عن ذلک فانکرت ان تکون زنت فجلدہ الحد وترکھا'' (۳۹)

ترجمہ: ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اقرار کیا کہ اس نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا ہے جس کا اس نے نام بھی لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کے پاس کسی شخص کو بھیج کر اس سے اس کے متعلق پوچھا اس عورت نے زنا کرنے سے انکار کیا تو آپ ﷺ نے اس (شخص) کو کوڑے مارے اور اس عورت کو چھوڑ دیا۔

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''ان رجلا من بکر بن لیث اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاقر انہ زنی بامراۃ اربع مرات فجلدہ مائۃ وکان بکرا، ثم سالہ ابنیتہ علی المراۃ فقالت: کذب واللہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! فجلدہ حد الفریۃ ثمانین'' (۴۰)

ترجمہ: بنوبکر بن لیث کا ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے چار بار یہ اقرار کیا کہ اس نے ایک عورت سے زنا کیا ہے، آپ ﷺ نے اس کو سو کوڑے لگائے پھر آپ نے فرمایا: اس عورت کے خلاف گواہ لاؤ، عورت نے کہا خدا کی قسم یا رسول اللہ ﷺ! یہ شخص جھوٹا ہے، پھر آپ نے اس شخص کو اسی کوڑے حد قذف کے لگائے۔

سرقہ (چوری):

''السارق'' (چوری کرنے والا)، ''انسرق عنھم'' (چپکے سے کھسک جانا) اسی طرح ''استرق السمع'' (چوری چھپے سننے کی کوشش کرنا) کسی دوسرے آدمی کی محفوظ چیز کو خفیہ طریقے سے لے لینا (۴۱) اہل عرب کے نزدیک چور کی تعریف درج ذیل ہے:

''السارق عند العرب ھو من جاء مستتر الی حرز فاخذ منہ مالیس لہ''

اہل عرب سارق اس شخص کو کہتے ہیں جو پوشیدہ طور پر کسی محفوظ جگہ میں آئے اور وہاں سے ایسا مال لے جائے جو اس کا اپنا نہیں

ہے۔(۴۲)

قرآن وسنت میں حد سرقہ:

چوری کرنے والوں کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ" (۴۳)

ترجمہ: اور چوری کرنے والے اور چوری کرنے والی (کی سزا یہ ہے) کہ کاٹو ان کے ہاتھ بدلہ دینے کے لئے جو انھوں نے کیا اور عبرتناک سزا اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔

چور کی یہ سزا بیان کرنے کی دو جہتیں ہیں:

☆ ایک وجہ تو یہ ہے کہ "جَزَآءً بِمَا كَسَبَا" یہ اس کے اپنے کئے کی سزا ہے، اب وہ اسے بھگتے۔

☆ دوسری وجہ "نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ" ہے۔ "نکال" اس سزا کو کہتے ہیں جو دوسروں کے لئے عبرت کا باعث ہو۔ (۴۴) معاشرے میں یہ مقاصد صرف اسی طرح پوری ہو سکتے ہیں جیسے قرآن حکیم نے بیان کیا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے اپنے مبارک عہد میں ان مقاصد کا فروغ یقینی بنایا۔ حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں:

"ان امراة من بنی مخزوم سرقت فاتی بها النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فعاذت بام سلمة زوج النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فقال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم واللّٰہ فاطمة لقطعت یدها فقطعت" (۴۵)

"بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی اس کو نبی ﷺ کی خدمت میں لایا گیا وہ عورت نبی کریم ﷺ کی زوجہ حضرت ام سلمۃ رضی اللہ عنہا کی پناہ میں آ گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم اگر فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا، اس (عورت) کا ہاتھ کاٹ دیا گیا"۔

چور کو یہ سزا کتنی مالیت کی چیز کے چرانے پر دی جائے گی۔ اس کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"لم تقطع ید سارق فی عهد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فی اقل من ثمن المجن جحفة او ترس وكلاهما ذو ثمن" (۴۶)

"رسول اللہ ﷺ کے عہد میں کسی چور کا ہاتھ ایک ڈھال کی قیمت سے کم پر نہیں کاٹا گیا اور یہ (ڈھال) قیمت والی چیز تھی"۔

اسی طرح حضرت عمرؓ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے کپڑا چرایا تھا آپ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا اس کی قیمت لگائیں۔ حضرت عثمانؓ نے اس کی آٹھ درہم قیمت لگائی تو حضرت عمرؓ نے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا۔ (۴۷)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

"ایک دینار یا اس سے کم پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا"۔ (۴۸)

آئمہ ثلاثہ تین درہم یا چوتھائی دینار کو ہاتھ کاٹنے کا نصاب قرار دیتے ہیں اور امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب دس درہم یا ایک دینار کو نصاب قرار دیتے ہیں۔ دس درہم دو اعشاریہ چھ دو پانچ (۲٫۶۲۵) تولہ اور تیس اعشاریہ چھ ایک آٹھ (۳۰٫۶۱۸) گرام چاندی کے برابر ہیں۔ اور تین درہم صفر اعشاریہ سات آٹھ سات پانچ (۰٫۷۸۷۵) تولہ اور نو اعشاریہ ایک آٹھ پانچ چار (۹٫۱۸۵۴) گرام چاندی کے برابر ہے۔ (۴۹)

خمر (شراب نوشی):

لغت میں کسی چیز کو ڈھانپ دینا، چھپا دینا، اوٹ، آڑ، پردہ، (خِمارٌ) اوڑھنی جس سے عورتیں اپنے سر کو ڈھانپتی ہیں، نشہ آور چیز کو کہتے ہیں (۵۰) شراب کو خمر اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ عقل کو ڈھانپ لیتی ہے۔

شراب کی حرمت قرآن حکیم کے تصور تدریج کی صورت نازل ہوئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱۔ "یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ، قُلْ فِیْهِمَا اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَا اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا" (۵۱)

ترجمہ: وہ آپ سے شراب اور جوئے کی بابت پوچھتے ہیں۔ آپ فرمایئے ان دونوں میں گناہ ہے اور لوگوں کیلئے کچھ فائدے بھی ہیں اور ان کے نقصان فائدہ سے کہیں زیادہ ہیں۔

۲۔ "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنْتُمْ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ" (۵۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو جو کہتے ہو۔

۳۔ "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ" (۵۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! بے شک یہ شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر سب ناپاک ہیں۔ شیطانی اعمال ہیں سو ان سے بچو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

مندرجہ بالا آیات میں شراب اور جوئے کے نقصانات کا ذکر کیا گیا ہے، ان کو حرام کیا گیا ہے، اس طرح کے افعال کو 'شیطانی عمل' کہا گیا ہے۔ اس لئے کہ شراب اخلاقی، معاشی اور معاشرتی بگاڑ وخرابیوں کی جڑ اور فتنہ وفساد کی علت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بعد از حرمت شراب پینے والوں کو سزا دی۔ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں:

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی برجل قد شرب الخمر فجلدہ بجریدتین نحو اربعین قال وفعلہ ابوبکرؓ فلما کان عمرؓ انتشار الناس فقل عبدالرحمنؓ اخف الحدود ثمانین فامر بہ عمرؓ" (۵۴)

"نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے خمر پی تھی، آپ نے اس کو دو چھڑیوں سے چالیس بار مارا، (حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ) حضرت ابوبکرؓ نے بھی اس طرح کیا، جب حضرت عمرؓ کا دور خلافت ہوا تو انہوں نے لوگوں سے مشورہ کیا، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے کہا کم از کم حد اسّی کوڑے ہے، پھر حضرت عمرؓ نے اسّی کوڑے مارنے کا حکم دیا"۔

اسی طرح ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

"عن ابی سعیدؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرب فی الخمر نبحلین اربعین فجعل عمرؓ بکل نعل سوطا" (۵۵)

"حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خمر پینے پر دو جوتے چالیس چالیس بار مارے اور حضرت عمرؓ نے جوتے کی جگہ کوڑا مقرر کیا"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع اسلام میں شراب نوشی کی کوئی معین حد مقرر نہیں فرمائی تھی، اور شراب پینے والوں کو لاٹھی، جوتوں، درخت کی شاخوں سرزنش کرتے تھے اور مارنے کا کوئی عدد بھی مقرر نہیں تھا۔ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کوڑے مقرر فرمادیئے۔ بسا اوقات دو جوتے چالیس بار مارے جاتے تو اس سے یہ عدد حاصل ہو جاتا تھا۔ البتہ حضرت ابوبکرؓ دو جوتوں کو چالیس بار مار کر اسی کا عدد پورا کرتے تھے کیونکہ امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ شراب نوشی پر دو جوتوں کو چالیس بار مارتے تھے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مابین شراب نوشی کی حد میں کوڑوں کا عدد مشتبہ تھا، آیا وہ چالیس کوڑے ہیں یا اسی کوڑے کیونکہ دو جوتوں کو چالیس بار مارا جاتا تھا اگر ان دو جوتوں کو اکٹھا لحاظ کیا جائے تو چالیس کا عدد حاصل ہوتا ہے اور اگر الگ الگ لحاظ کیا جائے تو اسی کا عدد حاصل ہوتا ہے، اس وجہ سے انہوں نے باہم مشورہ کیا اور حضرت علیؓ اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے اسی کوڑے مارنے کا مشورہ دیا کیونکہ شراب نوشی اکثر تہمت لگانے پر مشتمل ہوتی ہے، اس بناء پر اسی کوڑے مارنے پر اتفاق ہو گیا۔(۵۶)

حرابہ (ڈکیتی):

لغوی معنی: لفظِ حرب صلح کی ضد ہے جس کے معنی لڑائی اور جنگ کے ہیں۔ اسی طرح "چھیننا، تلف وسلب کر لینا"، یعنی کسی کا سارا مال لوٹ لینا اور تباہی، بربادی اور ویرانی اور سرکشی کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔(۵۷)

ڈاکو (قاطع الطریق) ایسے افراد (مسلم یا غیر مسلم) جو ہتھیار اٹھا کر یا باندہ کر، پوری شان اور رعب کے ساتھ لوگوں پر حملہ آور ہوں اور ان سے لوٹ مار یا قتل وغارت گری کریں اور لوگوں پر اپنا خوف مسلط کریں۔ اور ڈاکہ ہر اس فعل کو کہتے ہیں جس میں اس طریقہ سے مال لوٹا جائے کہ عادتاً اس مال کو بچانا مشکل ہو۔

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جس شخص نے قتل کیا اور مال لوٹا اس پر حد قائم کرنا واجب ہے اور مقتول کے ولی کے معاف کر دینے یا لوٹا ہوا مال واپس کر دینے سے اس کی حد ساقط نہیں ہوگی۔(۵۸) جن افراد میں درج ذیل تین شرائط پائی جائیں وہ محارب کہلائیں گے۔

۱۔ بندوق، تلوار، نیزہ یا ہتھیاروں سے مسلح ہوں۔

۲۔ شہر میں یا آبادی سے باہر راستوں میں رہزنی اور ڈاکہ کا ارتکاب کریں۔

۳۔ برملا حملہ آور ہو کر لوٹ مار کریں۔(۵۹)

ایسے افراد کے لئے قرآن حکیم نے درج ذیل سزائیں بیان کی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْىٌ فِى الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"(۶۰)

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کرتے پھرتے ہیں اور زمین پر فساد کی تگ ودو میں لگے رہتے ہیں (یعنی ڈاکہ ڈالتے ہیں) ان کی سزا یہی ہے کہ وہ چن چن کر قتل کئے جائیں یا سولی دیئے جائیں، یا ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مخالف جانبوں سے کاٹ دیئے جائیں یا وہ شہر بدر کر دیئے جائیں، یہ ان کی دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے، ماسوا ان لوگوں کے جو تمہارے گرفتار کرنے سے پہلے توبہ کر لیں سو جان لو کہ اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا، بہت مہربان ہے۔"

محاربہ اپنے لفظی معنی میں اللہ تعالیٰ سے تو ممکن نہیں ہے۔ امام رازی بیان کرتے ہیں:

"ان المحاربة مع اللہ تعالیٰ غیر ممكنة فیجب حمله علی المحاربة مع اولیاء اللہ، والمحاربة مع الرسول ممكنة" (۶۱)

محاربہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ممکن تھا، لیکن کبھی کسی مسلم سے واقع نہیں ہوا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد تو اس کا امکان ہی نہیں رہا۔ یہاں محاربہ سے مراد معصیت اور مخالفت یا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون کو توڑنا اور اس سے مقابلہ کرنا ہے (۶۲)

آیتِ محاربہ کے ضمن میں امام رازیؒ درج ذیل چار وجوہات ذکر کرتے ہیں:

الاول: انها نزلت فی قوم من عرینة (یہ آیت عرینیین کے بارے میں نازل ہوئی)۔

الثانی: ان الایة نزلت فی قوم ابی برزة الاسلمی، وکان قد عاھد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم، فمر من قوم من کنانة یریدون الاسلام وابو برزة غائب، فقتلوھم واخذوا اموالھم (ابو برزہ اسلمی کی قوم کے بارے میں نازل ہوئی، ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ تھا، لوگوں نے ان کو قتل کر دیا اور ان کا مال لوٹ لیا)۔

الثالث: ان ھذہ الآیة فی ھؤلاء الذین حکی اللہ تعالیٰ عنھم من بنی اسرائیل انھم بعد ان اغلظ اللہ علیھم عقاب القتل العمد العدوان فھم مسرفون فی القتل مفسدون فی الارض، فمن اتی منھم بالقتل والفساد فی الارض (بنی اسرائیل کے قاتلوں اور مفسدوں کے بارے میں نازل ہوئی)۔

الرابع: ان ھذہ الآیة نزلت فی قطاع الطریق من المسلمین وھذا قول اکثر الفقھاء (مسلمان ڈاکوؤں کے بارے میں نازل ہوئی اور اکثر فقہاء کا یہی نظریہ ہے)۔ (۶۳)

مملکتِ اسلامیہ کے کسی بھی فرد (مسلمان یا ذمی) پر دست درازی کرنے کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے قرآن حکیم نے درج ذیل چار سزائیں بیان کی ہیں۔

۱۔ انھیں قتل کر دیا جائے۔ بابِ تفعیل سے تقتیل تشدید اور مبالغہ کے لئے ہے یعنی مقتول کے وارث اگر معاف بھی کر دیں تو بھی انھیں قتل کیا جائے گا کیونکہ مدعی حکومت ہے جو عوام کی نمائندہ ہے اور یہ صرف مقتول کے وارثوں کا نجی معاملہ نہیں رہا۔

۲۔ انھیں سولی دی جائے۔

۳۔ ان کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے۔

۴۔انھیں قید کر دیا جائے (۶۴)

ڈاکوؤں کے جرم کے اعتبار سے آئمہ کے نزدیک ان کی سزا بھی مختلف ہوگی جبکہ آیتِ محاربہ میں سزاؤں کے فقروں کے متعلق بعض علماء کا یہ خیال ہے ان کے درمیان ''او'' کا کلمہ ''تخییر'' کے لئے ہے یعنی امام وقت یا قاضی کو اختیار ہے کہ ان سزاؤں میں سے جو سزا مناسب سمجھے دے۔(۶۵)

اسلامی حدود اور مستشرقین:

اسلام میں جو سزائیں بطور حد مقرر کی گئی ہیں انہیں ظالمانہ اور وحشیانہ کہا جاتا ہے۔اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ اسلام نے انسانی نفسیات، مزاج، معاشرتی اور اقتصادی حقائق کا لحاظ نہیں رکھا۔دور قدیم میں جو روایتی سزائیں رائج تھیں وہ اسلام نے بھی جاری رکھیں۔حالانکہ اسلام نے صرف جرم کی سزا ہی نہیں رکھی بلکہ جرائم کو روکنے کے لئے جامع اور مکمل ہدایت دی ہیں اور ایسے قوانین نافذ کئے ہیں جن پر عمل کرنے سے ارتکاب جرم کی گنجائش نہیں رہتی اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص جرم کرے تو وہ سزا کا مستحق کیوں نہیں ہوگا؟

زنا کی سزا کو ہی لے لیجیے، اہل مغرب اور اسلام پر اعتراض کرنے والے خود پریشان ہیں کہ اس قبیح فعل کو کیسے روکیں کیونکہ وہاں اس فعل کی بدولت پیدا ہونے والے بچوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے، زنا کی آزادی کی بدولت طلاق کی کثرت اور میاں بیوی کے مابین بداعتمادی، بے سکونی اور عدم برداشت کے جذبات جنم لے چکے ہیں۔اسلام نے نہ صرف اس فعل پر سزا مقرر کی ہے بلکہ اس کے خاتمے کے لئے اصول وضوابط بیان کئے ہیں۔جس کے باعث اسلامی معاشرے میں عورتوں کو پردے میں رہنے، نظریں نیچی رکھنے کا حکم دیا، سوائے، بلاضرورت گھر سے نکلنے، بن سنور کر، خوشبو لگا اور چست لباس پہن کر باہر جانے سے منع کیا ہے۔ اجنبیوں سے لوچ دار آواز سے بات کرنے، محرموں کے علاوہ باقی رشتہ داروں کے سامنے آنے سے روکا۔مردوں پر عورتوں کا نفقہ فرض کیا تا کہ عورتوں کو کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نہ نکلنا پڑے۔مردوں کو نظریں نیچی رکھنے کا حکم دیا اور اجنبی عورتوں کی طرف دیکھنے سے منع کیا، ان کو نکاح کرنے کی ترغیب دی کیونکہ پاکبازی کا سب سے بڑا سبب نکاح ہے، ماسوا مہر اور نفقہ کے نکاح میں کوئی شرط نہیں رکھی تا کہ ہر شخص آسانی سے نکاح کر سکے، بھاری بھرکم جہیز اور بھاری بھرکم دعوتیں اس معاشرے کی رسومات اور اقدار ہیں، اسلام میں ان کی شرط نہیں، مردوں کے لئے بشرط انصاف چار شادیوں تک کی اجازت دی کیونکہ حیض ونفاس کے ایام میں مرد قضاء شہوت نہیں کر سکتا اس لئے اسلام نے دوسری شادی کی اجازت دے کر اس کو حرام کاری سے بچنے کا موقع دیا تا کہ انسان زنا کی قباحت میں مبتلا نہ ہو جائے۔زنا کی سزا جاری کرنے کو زانی کے از خود اقرار یا چار مردوں کی گواہی کے ساتھ مشروط کیا۔زنا کاری بے شمار فتنوں کا دروازہ ہے، اس کے قریب جانے، اس کو پسند واختیار کرنے اور اس راستے پر چلنے سے روکا ہے اور اسے برا راستہ کہا ہے۔(۶۶)

شراب نوشی کے زہریلے اثرات سے مغرب کے ڈاکٹر اور دانشور خود خوف کا شکار ہیں اور اس سے چھٹکارا دلانے کے لئے کوششیں جاری رکھے ہوئے ہیں۔شراب نوشی کی بھی بے شمار برائیاں اور خرابیاں ہیں جن میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ شراب نوشی سے عقل معطل ہو جاتی ہے پھر انسان حیوانوں جیسے کام کرنے لگتا ہے، گالم گلوچ، بداخلاقی وبدزبانی، لڑائی جھگڑا اور دوسرے انسانوں کو اذیت وتکلیف پہنچانا سب اس میں شامل ہیں۔اس لئے شریعت اسلامیہ نے اس کو پوری شدت سے روکا اور شراب نوشی پر اسّی کوڑے کی

سزا مقرر فرمائی۔ شراب اور اس نوعیت کے نشے کر کے گاڑیاں ڈرائیو کرنے والوں کی وجہ سے قیمتی انسانی جانوں اور املاک کے نقصانات کی نشر و شائع ہونے والی خبروں سے ہم بخوبی واقف ہیں۔ عصر حاضر میں شراب کی تیاری میں خطرناک اور انسانی جان لیوا کیمیکل کا استعمال شرابی کی موت کا سبب بنتا ہے اور ہر سال کچی اور زہریلی شراب پینے سے نہ جانے کتنی انسانی جانوں کا ضیاع ہو جاتا ہے۔

حدود و تعزیرات قائم کرنے کا بنیادی مقصد انسانی معاشرے کی فلاح و اصلاح ہے تاکہ مجرم پر سزا کا نفاذ معاشرے کے دیگر افراد کیلئے باعثِ عبرت ہو اور اس کے ساتھ معاشرے میں امن و سکون، عدل و انصاف قائم کرنا ہوتا ہے، انسانوں کو بے سکونی اور اذیت سے بچانا اور ان کو جان و مال، عزت و آبرو کا تحفظ فراہم کرنا ہوتا ہے۔ آج کی جدید اور مہذب دنیا سیاسی مجرموں اور نظریاتی مخالفوں پر قابو پانے کے بعد ان سے کیا سلوک کرتی ہے؟ بجلی کے جھٹکے دینا، سگریٹ سے داغنا، ڈرل مشین سے جسم کے مختلف حصوں پر سوراخ کرنا، ناخن کھینچنا، استری سے جسم پر داغ لگانا، زندہ لوہے کے پنجرے میں بند کر کے پانی میں ڈبونا، پیٹرول اور تیل چھڑک کر جلانا، جلانے کے بعد رسیوں سے باندھ کر پورے علاقے میں گھسیٹنا، انسانی لاش کا مثلہ کرنا، پمپ سے پیٹ میں پانی بھرنا، کنٹینرز میں انسانوں کو بھر کر سمندر برد کرنا، اپنے ماتحتوں کا اپنی منشاء کے خلاف کام کرنے پر جسمانی اعضاء کاٹ دینا، ذرا سے اختلاف اور زمین و جائیداد کے تنازعے پر ناک، کان، ہاتھ یا پاؤں سے محروم کرنا یا قتل کرنا یا کروا دینا، غیرت کے نام کا بہانہ بنا کر قتل کرنا اور اسی طرح دیگر نفسیاتی اور جسمانی اذیتیں دے دے کر مار ڈالنا، کیا یہ سب انسانی شرف ہے؟ انسان اپنے مجرم کو جو اس کی مخلوق نہیں، جس طرح چاہے سزا دے اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتا اور رب کائنات اپنے مجرم کو جو اس کی مخلوق ہے، اس سے کم درجہ سزا دے تو اعتراض کے لئے ان معترضین کی زبانیں کھل جاتی ہیں۔ اسلامی حدود و تعزیرات پر اعتراض کرنے والوں کو تاریخ میں ہونے والے بدترین انسانیت سوز مظالم اور مرگِ انبوہ (Holocaust) بھول گیا ہے؟

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے قانون میں حدود آرڈیننس کو ۱۹۷۰ء میں شامل کیا گیا۔ ۲۰۰۶ء میں اس وقت کے صدر جنرل پرویز مشرف نے حدود آرڈیننس میں ترامیم کیں۔ حدود آرڈیننس ۱۹۷۰ء کی کل ۲۲ دفعات میں سے ۱۲ دفعات (۳، ۶، ۷، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۸، ۱۹) کو کلی طور پر منسوخ کر دیا۔ (۶۷)۔ ہمارے معاشرے میں جرائم کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہی نہیں بلکہ جرائم کے نت نئے طریقے دیکھنے میں آ رہے ہیں جو حکومت، حکومتی اداروں، عوام اور ماہرین کے لئے باعث تشویش ہیں۔ اس تمام تر صورتحال کی سب سے بنیادی وجہ حدود و تعزیرات کا عدم نفاذ ہے اور وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ جرائم اور مجرمین ملکی معاشرتی قوانین اور معاشرت کی بقاء و سلامتی کے لئے خطرہ بنتے جا رہے ہیں بلکہ بن چکے ہیں۔ اسلام نے جن جرائم پر حدود متعین کی ہیں اگر ان کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان حدود کی پامالی اور عدم نفاذ کی بدولت من حیث القوم ہماری تنظیم معاشرت تباہ ہو رہی ہے۔ صحت مند پاکستانی معاشرے کی تشکیل وقت کی ضرورت ہے، عوام کی جان، مال، عزت و آبرو کا تحفظ، امن و سلامتی، عدل و انصاف، بنیادی اور مناسب ضروریات زندگی کی فراہمی حکومت وقت کی ذمہ داری ہے۔ اور قرآن و سنت کی متعین کردہ حدود ملکی معاشرت کی اصلاح کے لئے وقت کی ناگزیر ضرورت ہیں۔ اصلاح معاشرہ کے بغیر نہ معاش و معاشرت میں اعتدال پیدا ہو سکتا ہے اور نہ ہی عوام کو بے خوف و خطر اور پر سکون شب و روز میسر آ سکتے ہیں۔ اسی لئے اسلام نے ان تمام بنیادی مبادیات پر حدود متعین کر دی ہیں جو معاشرے میں فساد اور خرابی کا پیش خیمہ اور سبب بنتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔جوھری، اسماعیل بن حماد، الصحاح، فصل الحاء (حد)، بیروت، دار العلم للملایین، ۱۹۹۰ء، ج:۲، ص:۴۶۲ مزید دیکھئے الزبیدی، سیدمحمد مرتضیٰ، تاج العروس من جواھر القاموس، مطبعة حکومة الکویت، ۱۳۹۲ھ، ج:۸، ص:۶

۲۔دریابادی، مولنا عبدالماجد، تفسیر ماجدی، لاہور، پاک کمپنی، ۲۰۰۷ء، ص:۷۳۰

۳۔السرخسی، ابو بکر محمد بن ابی سھل، المبسوط، کتاب الحدود، بیروت، دار المعرفة، جلد:۹، ص:۳۶

۴۔علامہ سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم، لاہور، فرید بک اسٹال، ۲۰۰۶ء، ج:۴، ص:۷۲۴

۵۔ایضاً، ص:۷۵۶-۷۵۷

۶۔ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، لاہور، اسلامی اکادمی، ۱۴۰۶ھ، ج:۳، رقم الحدیث:۲۵۳۷

۷۔محمود احمد غازی، ڈاکٹر، محاضرات فقہ، لاہور، الفیصل، ۲۰۰۵ء، ص:۴۰۶

۸۔قشیری، ابوالحسین مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب حد الزنا، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، س ن، ج:۲، ص:۷۵

۹۔امداد صابری، تاریخ جرم وسزا، لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۱۰ء، ج:۱، ص:۴۱۔۴۳، (۱۰) ایضاً، ص:۵۰

۱۱۔سید عزیز الرحمٰن، ڈاکٹر، حدود آرڈیننس حقیقت اور فسانہ، کراچی، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء، ص:۱۸

۱۲۔ایضاً، ص:۲۵۲، ۱۳۔ایضاً، ص:۱۹، ۱۴۔ایضاً، ص:۱۹

۱۵۔تاریخ جرم وسزا، ج:۲، ص:۳۲۹، (۱۶) تفسیر ماجدی، ص:۷۳۰

۱۷۔حقانی، ابو محمد عبدالحق، تفسیر فتح المنان، کراچی، میر محمد کتب خانہ، س ن، ج:۳، ص:۳۶۸

۱۸۔قرطبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابوبکر، تفسیر قرطبی، مترجم، الازہری، پیر محمد کرم شاہ، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء، ج:۶، ص:۴۷۵

۱۹۔تفسیر ماجدی، ص:۶۱۱، (۲۰) ضیاء القرآن، ج:۲، ص:۶۵۷

۲۱۔پرویز، غلام احمد، سلیم کے نام خطوط، لاہور، طلوع اسلام، ۱۹۹۸ء، ج:۳، ص:۱۳۹، (۲۲) ایضاً، ص:۱۴۰

۲۳۔بنی اسرائیل:۳۲، (۲۴) النسآء:۱۵۔۱۶، (۲۵) النور:۲، (۲۶) صحیح مسلم، ج:۲، ص:۷۹

۲۷۔بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب المحاربین من اھل الکفر و الردة، باب للعاھر الحجر، کراچی، قدیمی کتب خانہ، س ن، ج:۲، ص:۱۰۰۷

۲۸۔صحیح مسلم، ج:۲، ص:۷۷، (۲۹) ایضاً، ص:۷۹

۳۰۔علامہ سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، لاہور، فرید بک اسٹال، ۲۰۰۴ء، ج:۸، ص:۶۶

۳۱۔علامہ سعیدی، شرح صحیح مسلم، ج:۴، ص:۷۹۰، (۳۲) ایضاً، ص:۸۲۹

۳۳۔پرویز، غلام احمد، لغات القرآن، لاہور، طلوع اسلام، ۱۹۹۸ء، ج:۱، ۴۲۲

۳۴۔النور:۴، (۳۵) ضیاء القرآن، ج:۳، ص:۲۹۲، (۳۶) النور:۲۳

۳۷۔ضیاء القرآن، ج:۳، ص:۲۹۳، (۳۸) صحیح بخاری، ص:۱۰۱۳

۳۹۔امام ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، لاہور، مطبع مجتبائی، ۱۴۰۶ھ، ج:۲، ص:۲۵۷، (۴۰) ایضاً۔

۴۱۔ پرویز، لغات القرآن، ج:۱،ص:۸۷۱، (۴۲)ضیاء القرآن، ج:۱،ص:۴۶۷، (۴۳)مائدہ:۳۸

۴۴۔ضیاء القرآن، ج:۱،ص:۴۶۸، (۴۵)صحیح مسلم، باب قطع السارق، ج:۲،ص:۱۳۲

۴۶۔ایضاً، باب حد السارق،ص:۱۳۴، (۴۷)علامہ سعیدی، شرح صحیح مسلم، ج:۴،ص:۷۴۸-۷۴۹

۴۸۔ایضاً، ۴۹۔ایضاً،ص:۷۴۶، (۵۰)پرویز، لغات القرآن، ج:۱،ص:۶۱۹

۵۱۔البقرۃ:۲۱۹، (۵۲)النسآء:۴۳، (۵۳)مائدہ:۹۰

۵۴۔صحیح مسلم، باب الخمر، ج:۲،ص:۱۵۴

۵۵۔طحاوی، ابوجعفر احمد بن محمد، شرح معانی الآثار، لاہور، مطبع مجتبائی، ۱۴۰۴ھ، ج:۲،ص:۹۰

۵۶۔علامہ سعیدی، شرح صحیح مسلم، ج:۴،ص:۸۴۵

۵۷۔الزبیدی، سید محمد مرتضیٰ، تاج العروس من جواھر القاموس، مطبعۃ حکومۃ الکویت، ۱۳۹۲ھ، ج:۲،ص:۱۷۸

۵۸۔علامہ سعیدی، شرح صحیح مسلم، ج:۴،ص:۶۴۵، بحوالہ: وہبہ زحیلی، ڈاکٹر، الفقہ الاسلامی وادلتہ، بیروت، دار الفکر، ۱۴۰۵ھ، ج:۶،ص:۱۲۸-۱۲۹

۵۹۔ضیاء القرآن، ج:۱،ص:۴۶۴، (۶۰)مائدہ:۳۳

۶۱۔رازی، امام فخر الدین، مفاتیح الغیب، بیروت، دار الفکر، ۱۴۰۱ھ، ج:۱۱،ص:۲۲۰

۶۲۔تفسیر ماجدی،ص:۲۸۷، (۶۳)مفاتیح الغیب، ج:۱۱،ص:۲۲۱

۶۴۔ضیاء القرآن، ج:۱،ص:۴۶۴، (۶۵)ایضاً،ص:۴۶۵، (۶۶)بنی اسرائیل:۳۲

۶۷۔تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے: حدود آرڈیننس حقیقت اور فسانہ،ص:۸۵-۸۷